اپنے آپ کو نڈر اور صادق القول بناؤ

(فرمودہ ۵؍فروری ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں پیدا کر کے کچھ تو اس کو قوتیں اور طاقتیں دی ہیں جن سے وہ کام کرسکتا ہے اور کچھ سامان مہیا فرمائے ہیں جو وہ استعمال کرسکتا ہے اور کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں جن کے ذریعہ سے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔مثلاً اگر انسان کو اُس نے کام کرنے کی طاقت دی ہے، سوچنے کے لئے دماغ دیا ہے، کام میں تنوع پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے ذوق بخشے ہیں اور رغبت پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کی اُمنگیں اس کے دل میں پیدا کی ہیں۔غیرت پیدا کی ہے، جوش اور غضب پیدا کیا ہے، محبت پیدا کی ہے۔

اس کے بعد پھر اُس نے عورت اور مرد کا فرق رکھا ہے تا اِن طاقتوں کے استعمال کرنے کیلئے اُس کیلئے میدان کُھل جائے۔ بچے پیدا کئے ہیں، بھائی بہن اور دوسرے رشتہ دار بنائے ہیں۔ پھر اُس نے اس سے بھی زیادہ تنوع پیدا کرنے کیلئے حیوانات پیدا کئے ہیں۔ پھر اس کے کام کو اور وسیع کرنے کیلئے قسم قسم کے غلے، میوے، ترکاریاں، سبزیاں اور پھل پُھول وغیرہ پیدا کئے ہیں۔ پھر اس کی بادشاہت کو اور زیادہ وسیع کرنے کیلئے لکڑی، لوہا، آگ اور پانی وغیرہ اشیاء بنائی ہیں جن پر انسان کا عمل وارد ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ انسان نئی اشیاء بنا کر اپنے لئے نئی دنیا بناتا ہے۔ پھر فطرتِ انسانی میں مدنیت کا مادہ رکھا ہے اور حکومت واقتصادیات کے رستے کھولے ہیں۔ پھر سونا، چاندی اور جواہرات

وغیرہ پیدا کئے ہیں جو اقتصادی دنیا کو بسانے کے سامان ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ نے ایک دنیا انسان کے اندر بنائی ہے جو باہر نکلنا چاہتی ہے اور ایک باہر بنائی ہے جو انسان کے اندر آنا چاہتی ہے۔ ایک طرف دل میں محبت کا جذبہ اور شہوت پیدا کی ہے تو دوسری طرف بیوی اور خاوند، بچے، بہن بھائی، ماں باپ بنائے ہیں کہ بعض محبت کا اور بعض شہوات کا محل بنتے ہیں۔ اور بعض کی محبت اور شہوات کا یہ محل بنتا ہے۔ باہر کی دنیا اس کے اندر آنا چاہتی ہے اور اس کے اندر کی دنیا باہر جانا چاہتی ہے۔ اس کے اندر کی محبت بیوی بچوں اور ماں باپ پر چھا جاتی ہے اور بیوی بچے، ماں باپ، بہن بھائی کہلانے والے انسان جو اس کیلئے بیرونی دنیا تھی اس کے دل میں آ کر بس جاتی ہے اور اس کیلئے ایک نیا عالَم تیار ہوتا ہے اور اس کیلئے اس دنیا میں وابستگی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

پھر جہاں انسان کے اندر بھوک رکھی ہے زبان کو مزے اور چکھنے کی خواہش دی ہے، لذت اور ذائقہ کا ذوق پیدا کیا ہے وہاں باہر مختلف قسم کے جانور اور قسم قسم کے مزوں والے گوشت بھی پیدا کئے ہیں۔ زبان کا چسکا اور پیٹ کی بھوک ان جانوروں پر چھا جاتی ہے اور وہ جانور گوشت بن کر اس کے پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس طرح یہ بیرونی دنیا پر غالب آ جاتا ہے اور بیرونی دنیا اس کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک نیا عالَم پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح بھوک اور چکھنے کی خواہش قسم قسم کی سبزیوں پر چھا جاتی ہے اور دوسری طرف وہ تڑپ رہی ہوتی ہیں کہ کسی طرح انسان کے جسم میں داخل ہو جائیں اور اندر جا کر ایک نیا عالَم پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی حال پھلوں اور میووں کے متعلق ہے۔ پھر جہاں اس کی آنکھ کو ذوقِ نظارہ بخشا ہے، جہاں ناک میں خوشبو سونگھنے کی طاقت رکھی ہے وہاں باہر خوبصورت نظارے اور رنگا رنگ کے پھول پیدا کئے ہیں اور نہایت خوشبودار مادے بنائے ہیں۔ آنکھ اور ناک کی حس جستجو کرتی ہوئی باہر آتی ہے اور باہر کی خوشبوئیں اور خوبصورتیاں اس کی ناک اور آنکھ میں گھس جاتی ہیں اور اس طرح پھر یہ ایک نیا عالَم پیدا ہوتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ایک دنیا انسان کے اندر اور ایک اس کے باہر پیدا کی ہے مگر دونوں میں صحیح جوڑ پیدا کرنے کیلئے کچھ طریقے مقرر کئے ہیں۔ مثلاً یہ طریق مقرر کیا ہے کہ گوشت کھانے کیلئے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لو تا جو خشونت اور سختی تمہارے دل میں دوسری جان کو مارنے سے پیدا ہو سکتی ہے وہ دور ہو جائے۔ تم ذبح کرنے سے پہلے خدا کا نام لے کر اقرار کرتے ہو کہ اس بکرے یا

مرغ یا کبوتر کو ذبح کرنے کا تمہیں کوئی حق نہ تھا مگر جو اس جان کا مالک وخالق ہے اُس کے نام پر اور اُس کی اجازت سے تم ایسا کرتے ہو اور اُس کے دیئے ہوئے حق کو استعمال کرتے ہو اس لئے تم ظالم نہیں ہو۔ پھر کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ شروع کرنے سے پہلے **بِسْمِ اللّٰہِ** پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان میں گندہ خون یا تو ہوتا ہی نہیں یا بہت کم ہوتا ہے۔ مثلاً مچھلی میں خون بہت ہی کم ہوتا ہے جس کے نکالنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سبزیوں اور ترکاریوں میں خون بالکل ہوتا ہی نہیں اس لئے کھانے سے قبل **بِسْمِ اللّٰہِ** پڑھنے کا حکم دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اقرار کرتے ہو کہ تمہیں ان کے استعمال کا حق نہیں تھا مگر مالک کا حکم ہے۔ اس طرح انسان کے اخلاق سدھارنے کا حکم دے دیا اور تمہارے نفس میں سے جبر اور ظلم وتعدی کے خیالات کو دور کر دیا۔ پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ فلاں فلاں چیز کھاؤ اور فلاں فلاں نہ کھاؤ۔ کیونکہ ان میں سے بعض کے اندر بداخلاقیاں ہیں، بعض کے اندر بے دینی اور بے غیرتی ہے اور بعض میں زہر ہیں۔ اب جو شخص اس طریق پر خوراک استعمال کرتا ہے وہ فائدہ اُٹھا لیتا ہے اور جو نہیں کرتا وہ نقصان اُٹھاتا ہے۔ پھر حقوق اور ملکیت کے ذرائع بھی بتا دیئے ہیں۔ ایک ملکیت ورثہ سے ملتی ہے ایک محنت اور مزدوری سے بطور بدلہ اور جزا کے اور ایک ایسی چیز کے حصول کے ساتھ جس کا اور کوئی مالک نہیں جسے لقطہ کہتے ہیں یعنی بے مالک پڑی چیز کو پڑا پانا۔ یہی تین صورتیں ملکیت کی ہیں۔ آگے ورثہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جو ماں باپ یا رشتہ داروں سے ملتا ہے اور ایک تحفہ۔ ورثہ تحفہ کے معنوں میں بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی نعمتوں کا وارث کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** اللہ تعالیٰ فوت ہو جاتا ہے اور انسان اس کے وارث ہوتے ہیں بلکہ اس کے معنی تحفہ کے ہیں۔ پس ملکیت دنیا میں تین طرح ہی قائم ہوتی ہے۔ اوّل ماں باپ یا بزرگوں سے ورثہ یا تحفہ کے طور پر یا محنت ومزدوری کے ذریعہ۔ اس کی ایک صورت وہ بھی ہے جو اَب تو نہیں مگر پہلے ہمارے ملک میں رواج تھا کہ ایک چیز کے بدلہ میں دوسری لے لی جاتی تھی۔ مثلاً ساگ پات کے بدلہ میں عورتیں دانے لے لیتی تھیں تو محنت مزدوری خواہ روپیہ کی صورت میں وصول کی جائے یا ادل بدل کی صورت میں، اس طرح بھی ملکیت قائم ہو جاتی ہے۔ تیسری صورت ملکیت کی لقطہ ہے یعنی کوئی ایسی چیز مل جائے جس کا انسانوں میں سے کوئی مالک نہ ملے۔ مثلاً کوئی قوم کسی ایسے جنگل میں جا پڑے جو کسی کی ملکیت نہ ہو تو وہ اس کی مالک ہو جائے

گی ۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر جنگل میں کوئی بھیڑ اکیلی پھر رہی ہو جہاں بھیڑیئے بھی ہوں تو تم اُس کے مالک کو آواز دے کر اور تلاش کرنے کے بعد اُسے لے سکتے ہو آخر اسے بھیڑیئے نے ہی کھا جانا ہے[1]۔ پس کیوں نہ تم ہی کھالو۔ تو دنیا میں یہ تینوں ذرائع جائز ملکیت کے ہیں ۔ اگر کوئی شخص ان کو استعمال نہ کرے تو یا تو وہ مالک ہی نہ بن سکے گا یا پھر اُس کی ملکیت ناجائز ہوگی ۔ جیسے کوئی چوری کر کے کسی کی چیز لے لے یا جبراً چھین لے ۔

پس وراثت ، محنت یا لقطہ کے سوا یا تو انسان محروم رہے گا اور یا ناجائز طور پر مالک بنے گا ۔ محروم کی مثال تو یہ ہے کہ کوئی انسان محنت نہ کرے اور ہاتھ پیر توڑ کر گھر میں پڑا رہے تو وہ ضرور فاقوں مرے گا ۔ مگر جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ذرائع استعمال کرے گا اُسے ملکیت حاصل ہو جائے گی ۔ جائداد کا ورثہ میں ملنا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ۔ اسی طرح لقطہ بھی اس کے اختیار میں نہیں مگر محنت اس کے اختیار میں ہے اور محنت کر کے وہ ملکیت حاصل کر سکتا ہے ۔ اس کے سِوا اتفاقی طور پر ملے تو ملے ورنہ محروم ہی رہے گا اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے روٹی کھانے کیلئے منہ بنایا ہے اب اگر کوئی انسان عُمدہ پلاؤ پکا کر کان میں ڈالنے لگ جائے تو اُس کا پیٹ نہیں بھرے گا ۔ یا نہایت خوشبودار گلاب کا پھول لے کر اسے سونگھنے کی بجائے پاؤں کے نیچے جراب کے اندر رکھ لے یا کسی عمدہ نظارہ کو دیکھنے کے بجائے اُس پر منہ مارنا شروع کر دے یا کسی چیز کی ملائمت کو محسوس کرنے کیلئے اُس پر ناک رگڑنے لگے تو ایسا انسان احمق کہلانے کے علاوہ محروم بھی رہے گا ۔

میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے بہت سے اِن باتوں کو سُنکر مُسکرائیں گے کہ ایسا بیوقوف کون ہوسکتا ہے ۔ مگر تم میں سے بہت سے ہیں جو ایسے ہی بیوقوف ہیں ۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ دوسروں کی باتیں سُن کر اُن پر ہنستا ہے ۔ مگر اُسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ معاملہ دراصل اُس کا اپنا ہی ہوتا ہے ۔ مثال تو بُری ہے جنہوں نے یہ کام کیا اچھا نہ کیا لیکن مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں ۔ میں نے سنا ہے بعض لوگوں نے کسی اپنے دوست سے مذاق کیا اور چمگادڑ یا ایسا ہی کوئی جانور پکا کر کھلا دیا ۔ اُسے معلوم تھا کہ ایسا گوشت پکایا گیا ہے مگر وہ سمجھتا تھا کہ یہ اُسے نہیں بلکہ دوسرے شخص کو دیا گیا ہے اس لئے وہ خود وہی گوشت کھاتا بھی جاتا تھا مگر یہ سمجھ کر کہ وہ اُس کے ساتھی کے آگے ہے ، اُسے مذاق بھی کرتا جاتا تھا کہ کیسا اچھا اور لذیذ گوشت ہے ، کیسا عمدہ پلاؤ ہے ۔ حالانکہ جس چیز پر وہ اپنے ساتھی کو مذاق کر رہا تھا وہ دراصل

خود کھا رہا تھا۔ تو دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دوسرے کی بات پر ہنستے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ خود اس کے زیادہ مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اگر تم کسی شخص کو تصویر کو دیکھنے کے بجائے سُونگھتا ہؤا دیکھو اور آواز کو سننے کی بجائے اسے سونگھنے کی کوشش کرتا ہؤا پاؤ اور خوشبو کو سونگھنے کی بجائے دیکھنے کی کوشش کرتے دیکھو اور ملائمت کو زبان سے چکھنے کی کوشش میں پاؤ اور مٹھاس یا کھٹاس کا پتہ لگانے کیلئے ہاتھ کا استعمال کرتے دیکھو تو فوراً قہقہہ لگا کر کہہ دو گے کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ مگر کیا ہی عجیب بات ہے کہ تم میں سے اکثر اس چیز کو جسے وہ کسی کھانے والی یا سونگھنے والی یا دیکھنے والی چیز سے بہت زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں اور جس کیلئے کئی ایک نے اپنی جائدادیں چھوڑ دی ہیں۔ ماں باپ، بھائی بہن اور رشتہ داروں کو ترک کر دیا ہے اور وہ ظاہری قربانیاں جو انسان پر گراں گزرتی ہیں وہ اس چیز کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے ان پر آسان ہو گئیں اور اس کے لئے ان کی قربانیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کی قیمت ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے اور بظاہر وہ اس کے حصول کیلئے بے تاب نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ ان کو نہیں ملتی۔ لیکن وہ یہ معلوم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے کہ کیوں نہیں ملتی۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو تو میں دوں گا۔[۲] مگر تم مانگتے بھی ہو، اس کیلئے قربانی کرتے بھی نظر آتے ہو مگر وہ ملتی نہیں اور اگر تم قرآن کریم، حدیث اور عقل و علم کے ماتحت غور کرو تو اس سوال کا ایک ہی جواب تمہیں ملے گا کہ تمہاری کوشش غلط طور پر ہو رہی ہے۔

دنیا میں انسان کو ناکامی ہمیشہ یا تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے اندر خواہش نہیں ہوتی یا اس لئے کہ وہ جدوجہد نہیں کرتا اور یا پھر اس لئے کہ وہ چیز ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر یہ تینوں باتیں ہوں تو ناکامی کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ جدوجہد غلط طور پر ہو رہی ہے۔ جب پانی بھی موجود ہو، اُس پر قبضہ بھی ہو اور پیاس بھی لگی ہو تو پھر بھی اگر پیاس نہ بُجھے تو اس کے صاف معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ جدوجہد غلط ہے۔ اور ممکن ہے پیاس بُجھانے کی کوشش کرنے والا بجائے منہ میں پانی ڈالنے کے ناک یا کان میں ڈال رہا ہو۔ میں نے تم کو تحریک جدید کی شروع کی تحریکوں میں یہ بتایا تھا کہ صحیح مذہبی ترقی کیلئے سچائی ضروری چیز ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل اور نڈر ہو جانا بھی بہت ہی ضروری ہے۔ اور میرے نقطہ نگاہ سے تو سچائی اور بے خوفی ایک ہی چیز ہے۔ جو بے خوف ہو وہ ضرور سچا ہوگا اور جو سچا ہو وہ

ڈر نہیں سکتا۔ سچ کو چھوڑتا ہی انسان ڈر کی وجہ سے ہے خواہ وہ جان کا ڈر ہو یا مال کا یا عزت کا۔ جو انسان ڈرتا نہیں وہ جھوٹ کبھی نہیں بول سکتا اور جو جھوٹ نہیں بولتا وہ ضرور نڈر ہوگا۔ سچائی ہمیشہ امن کا موجب ہی نہیں ہؤا کرتی بلکہ بیسیوں مواقع ایسے آتے ہیں کہ سچائی مال و جان کیلئے ، وطن کیلئے ، رشتہ داروں کیلئے اور عزت کیلئے خطرہ کا موجب ہو جاتی ہے اور جو اِن حالات میں سچائی پر قائم رہتا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بُزدل ہے۔ سچائی اور بے خوفی اگرچہ دو علیحدہ علیحدہ خلق ہیں مگر ان کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں سچ ہوگا وہیں بے خوفی ہوگی اور جہاں بے خوفی ہوگی وہیں سچ ہوگا۔

بے شک تم ایسی مثالیں پیش کر سکتے ہو کہ جن میں بظاہر بے خوفی ہے مگر سچ نہیں۔ لیکن اگر ذرا گہرا غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہاں حقیقی بے خوفی نہ تھی۔ تہوّر تھا مگر جرأت نہ تھی۔ ڈاکو اور چور ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں، قاتل قتل کرنے کے بعد جھوٹ بولتے ہیں۔ بظاہر وہ بہادر نظر آتے ہیں لیکن اگر تم غور کرو تو درحقیقت وہ بہادر نہیں ہوتے ، بزدل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کیا شک ہے کہ جب ایک ڈاکو یا قاتل ڈاکہ یا قتل سے انکار کر رہا ہوتا ہے، اُس وقت وہ یقیناً ڈر رہا ہوتا ہے۔ جب ایک ڈاکو کہتا ہے میں نے ڈاکہ نہیں مارا یا چور کہتا ہے میں نے چوری نہیں کی ، یا قاتل قتل سے انکار کرتا ہے تو اسی لئے تو کرتا ہے کہ وہ ڈرتا ہے کہ میں پکڑا نہ جاؤں اور اس صورت میں تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ وہ نڈر تھا۔ کیونکہ جب ڈرنے کا موقع آیا وہ ڈر گیا۔ پس گو بظاہر بعض مواقع پر یہ دونوں چیزیں اکٹھی نظر آتی ہیں مگر حقیقتاً یہ ظاہر بین نگاہ کی غلطی ہوتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ بے خوفی اور جھوٹ کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور سچ اور بے خوفی کبھی جُدا نہیں ہو سکتے۔

میں نے جماعت کے دوستوں کو نصیحت کی ہے کہ سچائی کی طرف زیادہ توجہ کریں مگر مجھے افسوس ہے کہ جو لوگ میرے مخاطب تھے اُنہوں نے ابھی تک اپنی اصلاح نہیں کی۔ یاد رکھو کہ سچ کے معنے یہی نہیں ہوتے کہ ہر بات دوسروں کو کہتے پھرو، ایسا کرنا تو بعض دفعہ بے حیائی ہو جاتی ہے۔ سچ کے معنے یہ ہیں کہ جو کہو درست اور صحیح کہو۔ اگر تم کسی بات کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو کہہ دو کہ میں یہ ظاہر نہیں کر سکتا لیکن جب کوئی بات بتا دو تو پھر اس حقیقت کے مطابق بتاؤ جو خدا تعالیٰ سکھاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص لڑنے کا عادی ہے اور جھوٹ بولنے کا بھی۔ وہ تم سے جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں۔ تو تم اگر اسے کہتے ہو کہ نہیں تم تو بڑے سچے آدمی ہو، تو تم جھوٹ بولتے ہو۔ اور اگر کہہ دو کہ ہاں واقعی تم جھوٹے

ہوتو لڑائی ہوتی ہے اس لئے تم اسے کہہ سکتے ہو کہ سچ یا جھوٹ بولنا تمہارا اپنا فعل ہے اس لئے تم خود جان سکتے ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو یا سچ، میں اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کرسکتا اور اس طرح تم اس مرحلہ سے صاف نکل سکتے ہو بغیر جھوٹ بولنے اور بغیر فساد کرانے کے۔ پس سچ کے معنے یہ ہیں کہ جو کہو ٹھیک کہو اور جس چیز کے ظاہر کرنے کی تمہیں شریعت یا مصلحت اجازت نہیں دیتی اس کے متعلق تم صاف کہہ سکتے ہو کہ اس کے متعلق تمہیں پوچھنے کا کوئی حق نہیں۔ بعض جگہ انکار بھی انسان کو جھوٹ بُلوا دیتا ہے یا مصیبت میں پھنسا دیتا ہے۔ بچے کھیلتے ہیں اور چُھپتے ہیں۔ تلاش کرنے والا کسی سے پوچھتا ہے کہ کہاں چُھپے ہوئے ہیں؟ اس کے جواب کے دو ہی طریق ہیں کہ وہ کہہ دیتا ہے کہ میں نہیں بتاتا۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ فلاں جگہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ اچھا فلاں جگہ ہیں؟ پھر بھی وہ کہہ دیتا ہے نہیں۔ پھر وہ تیسری جگہ کے متعلق پوچھتا ہے کہ وہاں ہیں؟ وہ کہہ دیتا ہے نہیں۔ پھر وہ ایک جگہ کے متعلق پوچھتا ہے کہ کیا وہ وہاں ہیں؟ اور وہ خاموش ہو جاتا ہے تو پوچھنے والا سمجھ لیتا ہے کہ بس وہ اسی جگہ ہوں گے۔ پس نہ کہہ کر بھی تم ہاں کر سکتے ہو۔ ایک شخص کی تین جیبیں ہیں۔ ایک چیز کے متعلق وہ کہہ دیتا ہے کہ اس جیب میں نہیں۔ پھر دوسری کے متعلق کہتا ہے کہ اس میں بھی نہیں۔ اس پر بھی اگر دوسرا نہیں سمجھتا کہ وہ تیسری جیب میں ہے تو وہ بڑا ہی بیوقوف ہے۔

ایک قصہ مشہور ہے کہ دو بیوقوف کہیں جمع ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم یہ بتادو کہ میری جھولی میں کیا ہے تو میں ایک انڈا تم کو دے دوں گا۔ اور اگر یہ بتادو کہ کتنے ہیں تو دس کے دس ہی تمہیں دے دوں گا۔ آگے سننے والا بھی ویسا ہی تھا۔ اُس نے کہا کہ کوئی اتا پتا بتاؤ تو میں کچھ سمجھ سکتا ہوں۔ یوں میں کوئی عالم الغیب نہیں ہوں کہ سمجھ سکوں۔ اس پر پہلے نے کہا کہ کچھ زرد زرد اور کچھ سفید سفید چیز اس کے اندر ہے۔ اس کا مطلب انڈے کی زردی اور سفیدی سے تھا مگر دوسرے نے جھٹ جواب دیا کہ کچھ گاجریں اور کچھ مولیاں ہوں گی۔ تو بسا اوقات انسان انکار بھی نہیں کرتا مگر بتا بھی جاتا ہے۔ گویا زیادہ ''نہیں'' مل کر ایک ہاں بن جاتی ہے۔ پس تم موقع پر ''نہیں'' اور ''ہاں'' دونوں کے کہنے سے انکار کر سکتے ہو۔ کیونکہ جس کو خدا تعالیٰ نے پوچھنے کا حق نہیں دیا تمہارا حق ہے کہ اس کے سوال کا جواب نہ دو لیکن اگر جواب دو تو پھر سچا ہی جواب دو۔

میں نے کئی بار بتایا ہے کہ سچ کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ مگر تم اپنے نفسوں کو ٹٹولو کہ کیا تم

نے سچ بولنے کی عادت پیدا کر لی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کئی لوگ میرے پاس آ کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے اس اس طرح کہا۔تو ہم نے آگے اس سے اس اس طرح بات بنا کر جواب دے دیا۔ گویا وہ بے تکلفی سے میرے ہی سامنے اپنے جھوٹ کا اقرار کر جاتے ہیں اور میں خاموشی سے ان کا منہ دیکھتا رہتا ہوں۔ کیونکہ گو اُنہیں اپنے جھوٹ کے اظہار سے شرم نہیں آتی مگر مجھے یہ کہنے سے شرم آ جاتی ہے کہ پھر تو آپ اقراری جھوٹے ہوئے۔ ہاں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں اس بے شرم کو کیا کہوں۔

پس یاد رکھو کہ سچائی اور بے خوفی قومی ترقی کیلئے ضروری چیزیں ہیں۔جس قوم میں ڈر ہے وہ کبھی نہیں جیت سکتی کیونکہ اس میں سچائی اور توکل نہیں ہوسکتا۔اس لئے سچائی اور بے خوفی کی عادت ڈالو اور یاد رکھو کہ کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔خدا اور اس کے دین کیلئے کسی انسان کی جان جانے کا موقع ہو لیکن وہ اپنی جان بچانے کی فکر کرے تو اسے کیا معلوم کہ آگے جاتے ہی خود بخود اس کی جان نکل جائے۔ ایک انسان کو شہادت کا موقع تو اللہ تعالیٰ دے مگر وہ اس سے بھاگے تو کیا معلوم کہ وہاں سے ہٹتے ہی اس کا ہارٹ فیل ہو جائے اور وہ مر جائے۔ خدا تو اسے ایک قیمتی چیز بنانا چاہے مگر وہ اس سے تو اپنے آپ کو بچالے لیکن آگے جا کر مُردہ گدھے کی طرح گر پڑے۔اسی طرح مالی قربانی کے متعلق بھی ہے۔ ہر شخص اپنی زندگی میں دیکھ سکتا ہے اور ہر ایک نے دیکھا ہے کہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا روپیہ کبھی ضائع نہیں ہوا۔ بسا اوقات خرید و فروخت میں نقصان ہو جاتا ہے، بعض اوقات کوئی جائداد تباہ ہو جاتی ہے اور بعض اوقات فصلیں خراب ہو جاتی ہیں اس لئے اگر موقع ملے تو کیوں نہ اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا جائے تا اللہ تعالیٰ کی رضا تو حاصل ہو جائے۔ ہندوستان میں مسلمان بادشاہ رہے ہیں۔آج تک کنگال سہی، غریب سہی، بے کس اور بے بس سہی مگر یہ خیال تو دماغوں سے نہیں مٹ سکتا کہ دو چار سو سال قبل تمہارے باپ دادا بحیثیت قوم بادشاہ تھے۔ بحیثیت افراد نہ سہی آخر قوم میں سے ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے۔آج انگریزوں میں سے بھی ایک ہی بادشاہ ہے پھر بھی ساری قوم شاہی قوم سمجھی جاتی ہے۔مگر مسلمانوں کی بادشاہت آج کہاں ہے۔ جب وہ مٹنے پر آئی تو کوئی چیز اسے نہ سنبھال سکی اور وہ اسی طرح مٹی تھی کہ جن کے پاس تھی وہ اپنی جانوں اور مالوں کی بہت بڑی قیمت سمجھنے لگے تھے۔

غدر کے واقعات میں لکھا ہے کہ زینت محل [۳] جو بہادر شاہ [۴] کی چہیتی بیوی تھی، وہ انگریزوں سے ملی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا لڑکا جو چھوٹا تھا اور رواج کے مطابق باپ کے بعد بادشاہ نہ ہوسکتا تھا

انگریزوں کی مدد سے اسے بادشاہ بنوائے۔ ایک موقع پر باغیوں نے ایک ایسی جگہ توپ نصب کی کہ انگریزی فوج بالکل قابو آ گئی۔ اسے سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ انگریزوں نے زینت محل کو کہلا بھیجا کہ آج مدد کا وقت ہے۔ اُس نے جھٹ شور مچانا شروع کر دیا کہ میرا دل دھڑکتا ہے اور اگر یہاں سے توپ چلائی گئی تو میں مر جاؤں گی۔ بادشاہ نے بہت منت سماجت کی اور اُسے سمجھایا مگر وہ نہ مانی۔ ادھر بادشاہ بھی انہی لوگوں میں سے تھا جن کے نزدیک عورت کی قیمت حکومت سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس نے توپ کو وہاں سے اٹھوا دیا۔ زینت محل اس خوف کے اظہار میں جھوٹی تھی تو بھی اور اگر سچی تھی تو بھی، بہرحال باشاہ کے اس کی جان بچانے کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس کے اٹھارہ نوجوان شہزادوں کے سرخوان پوشوں میں رکھ کر اُس کے سامنے پیش کئے گئے اور پیش کرنے والے سروں کو سوٹیوں سے ہلا ہلا کر اُسے بتاتے تھے کہ یہ تمہارے فلاں شہزادے کا سر ہے اور یہ فلاں کا۔ اگر اس وقت بہادر شاہ نظام اور حکومت کے مقابلہ میں بیوی کی جان کی پرواہ نہ کرتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ آج ہندوستان کا نقشہ کیا ہوتا۔

پس جو قومیں اپنی جان بچانا چاہتی ہیں وہی مرتی ہیں اور جو اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتی ہیں وہی ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ اسی طرح جو قومیں اپنے مال چھپاتی ہیں وہی لوٹی جاتی ہیں اور جو اپنے مال ہتھیلی پر لئے پھرتی ہیں ان سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ ہر ایک تم میں سے سمجھ سکتا ہے کہ کونسا زمیندار کماتا ہے۔ وہ جو اپنا غلہ اٹھا کر کھیت میں پھینک آتا ہے یا وہ جو گھڑوں اور مٹکوں میں اسے محفوظ رکھتا ہے۔ جو گھڑوں میں بند کر کے رکھا جاتا ہے اسے یا تو وہ خود کھالیتا ہے یا کیڑا کھا جاتا ہے۔ مگر جو کھیت میں ڈالا جاتا ہے باوجودیکہ لوگ اسے پاؤں تلے روندتے ہیں، پرند اور چرند بھی اسے کھاتے ہیں مگر پھر بھی سینکڑوں گنا ہو کر گھر میں آتا ہے۔

پس اپنے آپ کو نڈر بناؤ اگر تحریک جدید سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، اور اپنے آپ کو صادق القول بناؤ اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ اگر تم نڈر ہو جاؤ تو دنیا تم سے ڈرے گی اور اگر تم صادق القول بن جاؤ تو منافق تم سے ڈریں گے۔ منافق اسی لئے دلیر ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میرا دوست جھوٹ بول کر مجھے بچالے گا اور اگر تم یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کر لو تو نہ بیرونی دشمن اور نہ اندرونی تم پر قابو پا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں تمہارے اندر پیدا نہیں ہوتیں تو تمہاری مثال اُس شخص کی ہوگی جو گلاب کی خوشبو کو دیکھنا چاہتا ہے، جو ترنم کی خوش آواز کو چُھونا چاہتا ہے۔ جو مخمل کی ملائمت کو چکھنا چاہتا

ہے، تم ایسے شخص پر ہنستے ہو مگر یہ نہیں جانتے کہ تم خود ایسے ہی ہو۔ تم اسی دروازے سے داخل ہو کر ترقی کر سکتے ہو جو خدا نے کھولا ہے اور جسے خدا نے بند کیا ہے تم اسے نہیں کھول سکتے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ تم خدا کے کھولے ہوئے دروازے سے داخل ہو کر اور اُس کے بند کئے ہوئے دروازے سے مُڑ کر ہی کامیاب ہو سکتے ہو۔ اگر تم اُس کے بند کئے ہوئے دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرو گے تو تمہارے لئے سوائے رونے اور دانت پیسنے کے کچھ نہ ہوگا اور اگر اُس کے کھولے ہوئے دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرو گے تو بیشک اس میں تلواریں لٹک رہی ہیں، بھیانک نظارے اور خونخوار درندے ہیں مگر جونہی تم قدم رکھو گے وہ جادو کی طرح اُڑ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی جنت کو دوزخ کے نیچے چُھپایا ہے اور دوزخ کو دنیا کی جنت کے نیچے چھپایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی آیت وَ اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا[۵] کے یہی معنے کئے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ جہنم سے نہ گزرے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں صرف کفار کا ذکر ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے مراد سب انسان ہی لئے ہیں لیکن معنوں سے دوسرے مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کافر اگلے جہاں کی جہنم سے گزر کر جنت میں داخل ہوتا ہے لیکن مومن اس دنیا کی جہنم سے گزر کر جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اور کوئی مومن جنت میں نہیں جا سکتا جب تک وہ دوزخ میں سے نہ گزرے یعنی اس دوزخ سے جو اس دنیا میں ہے۔ پس یاد رکھو کہ ہر وہ شخص جو خدا کیلئے دوزخ میں کُودتا ہے وہ آنکھیں کھولے گا تو خدا تعالیٰ کی گود میں ہوگا۔ وہ اپنے آپ کو مرنے کیلئے پیش کرے گا مگر اُسے ابدی زندگی دی جائے گی۔ وہ اپنے آپ کو مٹانے کیلئے آگے بڑھتا ہے مگر اسے بقا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہی رستہ ہے جس پر چل کر تم کامیاب ہو سکتے ہو اور جو اس کے بغیر کسی اور رستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے وہ پہاڑ سے ٹکراتا ہے۔ وہ اپنا سر تو چکنا چور کر لے گا مگر کامیابی کا رستہ ہرگز نہیں پا سکے گا۔

(الفضل ۲۷ر فروری ۱۹۳۷ء)

---

[۱] بخاری کتاب فی اللقطة باب ضالة الغنيم

[۲] وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومن:۶۰)

۳ **زینت محل بیگم:** (۱۸۱۷ء۔۱۸۸۶ء) صمصام الدولہ نواب احمد قلی خان بہادر کی صاحبزادی جس سے مغلوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ثانی نے مسند نشینی کے بعد شادی کی اسی کا بیٹا جواں بخت تھا بیگم کی کوشش تھی کہ جواں بخت ولی عہد قرار پائے مگر انگریزوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ بیگم بہادر شاہ کی رنگون جلاوطنی کے ساتھ زینت محل بیگم بھی جلاوطن ہوئیں بادشاہ کی وفات سے ۲۴ سال بعد وہیں وفات ہوئی اور بادشاہ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ا صفحہ ۷۱۶ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۴ **بہادر شاہ ظفر:** (۱۷۷۵ء۔نومبر ۱۸۶۲ء) ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ۔ تخلص ظفر تھا۔ دلی کے آخری مغل تاجدار سالِ جلوس ۱۸۳۷ء۔تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں ماخوذ ہوئے اور جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیئے گئے۔قید میں ان سے بہت نامناسب سلوک ہوا۔ رنگون میں ہی انتقال ہوا۔ زمانہ ولی عہدی سے شعر گوئی کا شوق تھا۔ پہلے ذوق سے اور اس کے بعد غالب سے تلمذ رہا۔ان کی تصانیف چار دیوان، شرح گلستان سعدی اور رسالہ سراج المعرفت ہیں۔

(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۹۴۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۵ مریم: ۷۲